دکنی اردو کی لسانی خصوصیات کا جائزہ لیں۔

ڈاکٹر سورج دیو سنگھ

صدر، شعبہ اردو، مگدھ مہیلا کالج

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

اس میں اب کوئی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں کہ اردو کا آغاز و ابتدا شمالی ہند میں دہلی اور نواح دہلی کے علاقے میں ہوا لیکن ترقی کی منازل طے کرنے میں اس زبان نے دکن کا بھی سفر کیا اور اس سلسلے میں دکن کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ شمالی ہند میں تقریباً ایک سو سال تک اپنے بال و پر سنوارنے اور فروغ پانے کے بعد اردو زبان دکن کا رخ کرتی ہے جہاں اسے دکنی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ دکنی بھی جدید ہند آریائی کی ایک شاخ ہے اور اس کا آغاز بھی جدید ہند آریائی زبانوں کے دوش بہ دوش ہوا۔ دکنی کا سارا سرمایۂ الفاظ ہند آریائی ماخذوں پر مبنی ہے اور قواعد کا ڈھانچا بھی ہند آریائی بولیوں سے مطابقت رکھتا ہے۔

دکن میں اردو کا عمل و دخل دکن پر مسلمان حکمرانوں کے حملوں سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے دہلوی حکمراں علاالدین خلجی اور اس کا فوجی سپہ سالار ملک کافور کا نام سرِ فہرست ہے جس نے ۱۲۹۴ء میں دیوگیری پر چڑھائی کیا۔ لیکن صحیح معنوں میں دکن میں اردو کی ابتدا اس وقت شروع ہوتا ہے جب دہلی کا ایک دوسرا بادشاہ محمد بن تغلق دولت آباد (دیوگری) کو اپنا پایۂ تخت بناتا ہے۔ علاالدین خلجی اور اس کا سپہ سالار ملک کافور کی فوجوں کے ساتھ دکن جانے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور جانے والوں میں عام لوگ بہت کم شامل تھے لیکن جب محمد بن تغلق نے ۱۳۲۷ء میں دیوگری کو اپنا پایۂ تخت بنانے کا اعلان کیا تو سلطان کے حکم سے دہلی کی تمام رعایا دکن کے لئے کوچ کر گئی۔ شمالی ہند سے دکن پہنچنے والوں میں ہر طبقے کے لوگ مثلاً اس میں فوجی بھی تھے اور تاجر بھی تھے، صوفی بھی تھے اور عالم بھی تھے، مزدور بھی تھے اور محنت کش لوگ بھی تھے، پیشہ ور بھی تھے اور فنکار بھی تھے۔ غرضکہ ہر طبقے اور ہر سماجی دھارے کے لوگ شامل تھے۔ محمد بن تغلق نے اگرچہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اپنا پایۂ تخت دہلی سے دیوگری یعنی دولت آباد منتقل کیا تھا لیکن اسے

بہت جلد ہی یہ احساس ہو گیا کہ شہر دہلی کا ہی پایۂ تخت رہنا زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ اس نے پایۂ تخت کے دوبارہ دہلی منتقلی کا حکم دیا لیکن سینکڑوں خاندان جو دولت آباد جا کر آباد ہو چکے تھے ان کے لیے دوبارہ واپس لوٹنا نہ تو ممکن تھا اور نہ مناسب ہی۔ ظاہر ہے یہ لوگ وہیں کے ہو رہے۔

دہلی سے ہندوستان جیسے عظیم پورے ملک پر حکومت کرنا ممکن نہ ہو سکا اور کئی بار خود مختار ہونے کے لیے بغاوتیں ہوئیں۔ ان بغاوتوں اور خود مختاری کا فاعدہ اردو کو ہوا۔ دکن کی خود مختار سلطنتوں نے اردو کی ترقی اور اس کی ترویج واشاعت میں جی کھول کر حصہّ لیا۔ ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد سے ہی دکن میں اردو میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں تو اردو زبان و ادب کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ قطب شاہی بادشاہوں نے نہ صرف یہ کہ اردو کو اپنے درباروں میں جگہ دے کر اس کی سرپرستی کی بلکہ اسے اپنے شعری و ادبی اظہار کا ذریعہ بھی بنایا۔ دکن میں اردو کے پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کے کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً دکن کے فرماں رواؤں نے شمال والوں کی طرح فارسی سے زیادہ منہ نہ لگایا بلکہ اس کی جگہ اردو کو اپنے دل اور سینے سے لگایا۔ ظاہر ہے دکن کا فارسی سے یہ بے اعتناعی اردو کے حق میں کارفرما ہوئی اور اس طرح اردو کا ہر طرف بول بالا ہو گیا۔

تاریخی، تہذیبی اور ادبی اعتبار سے دکنی اردو کے تحریری سرمایے کی اہمیت وافادیت مسلم ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی لسانی اہمیت سے بھی کسی طرح کا انکار ممکن نہیں۔ دکنی اردو کا ادبی سرمایہ ایک ایسا ٹھوس لسانی مواد فراہم کرتا ہے جس سے زبانِ اردو کے عہد بہ عہد ارتقا اور اس میں ظہور پذیر ہونے والی لسانی تبدیلیوں کا بخوبی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ دکنی متون کی دریافت اور اس کے لسانی مطالعہ و تجزیے سے ہم اردو زبان کی تاریخ کو کافی پیچھے تک لے جا سکتے ہیں۔ ورنہ شمالی ہند میں اردو کا لسانی ارتقا امیر خسرو (م ۱۳۲۵ء) کے بعد سے رک جاتا ہے اور تین سو سال کے وقفے کے بعد سترھویں صدی کے ربع سے یعنی محمد افضل افضل (م ۱۶۲۵ء) جو ''بکٹ کہانی'' کا مصنف ہے، کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس تین سو سال کے درمیانی وقفے کو جو اردو زبان کی تاریخ میں ایک بہت بڑا کھانچا ہے، دکنی اردو سے پر ہو سکتا ہے۔

دکنی اردو کی لسانی خصوصیات کچھ تو شمالی ہند کی بولیوں کی دین ہیں جن کے خمیر سے یہ زبان تیار ہوئی ہے اور کچھ مقامی لسانی اثرات کا نتیجہ ہیں۔ تیرھویں صدی عیسوی کے اختتام اور چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب یہ زبان دکن پہنچی تو اس پر شمالی ہند بالخصوص نواح دہلی کی ایک سے زاید بولیوں کے اثرات تھے جو دکن پہنچ کر کم نہیں ہوئے بلکہ دکن کی علاقائی بولیوں کے اثرات بھی اس پر مرتب ہونے شروع ہو گیے۔ چنانچہ دکنی اردو میں ''چ'' تاکیدی اور ''نکو'' کا استعمال انھیں اثرات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ دکنی اردو پر تلگو اور دراوڑی خاندان کی دوسری زبانوں اور بولیوں کے اثرات بھی پڑے۔

☆ دکنی اردو کی صوتی (آواز سے متعلق) خصوصیات:-

وہ علوم وفنون جو 'آواز' سے تعلق رکھتے ہوں اسے علمِ 'صوتیات' کہتے ہیں۔

(۱) دکنی اردو کی ایک دلچسپ صوتی خصوصیت حرف 'ق' کی 'خ' میں تبدیل ہونا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر مسعود حسین خاں وجہی کی مثنوی 'قطب مشتری' کا حوالہ دیتے ہوئے اس کا قدیم تحریری ثبوت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مثنوی میں 'عقل' کو 'اخل' لکھا گیا ہے۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ یہ خصوصیات صرف دکن سے ہی منسوب نہیں بلکہ شمالی ہند کی عوامی بولیوں میں بھی بعض الفاظ میں 'ق' کی 'خ' میں تبدیلی پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر 'وقت' کے بجائے 'وخت'، 'بندوق' کے بجائے 'بندوخ'، 'صندوق' کے بجائے 'صندوخ' اور 'مزاق' کے بجائے 'مزاخ' وغیرہ۔

(۲) اردو صوتیات میں ہکار (نفسی) آوازیں بے حد اہمیت رکھتی ہیں اور ہکار آوازوں کا ارتقا ہند آریائی ماخذ سے ہی ہوا ہے۔ اردو کی دس بندشی آوازیں ہکاری روپ بھی رکھتی ہیں، یعنی پ، پھ، ب، بھ، ت، تھ وغیرہ۔ دکنی اردو میں بعض ہکاری آوازوں میں 'ہ' حذف کر (گرا) دی جاتی ہے۔ مثلاً قلی قطب شاہ نے اپنی کلیات میں ایک جگہہ 'سکھیاں' کے بجائے 'سکیاں' استعمال کیا ہے۔ اسی طرح ''ارشاد نامہ'' میں 'سکھ' کے بجائے 'سک' اور 'پوچھ' کے بجائے 'پوچ' کا استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح ''من لگن'' میں بھی 'دودھ' کے بجائے 'دود' کا استعمال کیا گیا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ مذکورہ بالا سطروں میں ہکاری آوازوں میں 'ہ' کو حذف کر دیا گیا ہے لیکن دکنی اردو میں جہاں ہکاریت کی ضرورت نہیں ہے وہاں ہکاریت پیدا کر دی جاتی ہے۔ مثلاً مثنوی ''پھول بن'' میں 'پلکاں' کے بجائے

'پلکھاں' کا استعمال، ''ارشاد نامہ'' میں 'جگمگ' کے بجائے 'جھگمگ' اور مثنوی ''گلشنِ عشق'' میں 'جل' بمعنی پانی کے بجائے 'جھل' کا استعمال صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) کہیں کہیں ہکاریت بطور تقلیبِ صوت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جیسے ''پھول بن'' میں 'چھتیر ے' بجائے 'چیتھڑے' استعمال ہوا ہے۔ یہاں ہکاریت 'تھ' سے ہٹ کر 'چ' میں منتقل ہوگئی ہے جس کے نتیجے میں 'چ' کی آواز 'چھ' بن گئی ہے۔

(۴) دکنی اردو میں ایسے بے شمار الفاظ ملتے ہیں جن میں 'ہ' کو حذف کردی جاتی ہے۔ مثلاً 'مجھ' کو 'مج'، 'کچھ' کو 'کچ'، 'آنکھ' کو 'آنک' اور 'بوجھ' کو 'بوج'، 'ہ' حذف کر لکھا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ دکنی اردو میں کچھ ایسے بھی الفاظ پائے جاتے ہیں جن میں درمیانی 'ہ' حذف کردی جاتی ہے اور لفظ کو لکھا جاتا ہے۔ مثلاً 'کہی' کو 'کئی'، 'نہیں' کو 'نئیں'، 'وہی' کو 'وئی' اور 'رہی' کو 'رئی' وغیرہ۔

(۵) آوازوں کا مشدّد ہونا بھی دکنی اردو کی ایک اہم صوتی خصوصیت ہے۔ مثلاً 'ہوا' کو 'ہوّا'، 'گلا' کو 'گلّا'، 'حلق' کو 'حلّق' اور 'چونا' کو 'چنّا' وغیرہ لکھنے کی روایت رہی ہے۔

(۶) دکنی اردو میں صرف ہکاریت کی ہی تقلیب نہیں پائی جاتی بلکہ اصوات کی تقلیب بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً مثنوی ''من لگن'' میں ایک جگہ 'کیچڑ' کی بجائے 'چیکڑ' کا استعمال ہوا ہے۔ یہاں 'ک' اور 'چ' کے درمیان صوتی تقلیب واقع ہوئی ہے۔

(۷) دکنی اردو میں عربی، فارسی اور سنسکرت الفاظ کے آخری مصمتے خوشے بالعموم توڑ دیے جاتے ہیں۔ مثلاً 'عِلم' کو 'عِلَم'، 'حُکم' کو 'حُکُم' اور 'رَتن' کو 'رَتُن' وغیرہ لکھا جاتا ہے۔

(۸) دکنی اردو کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر کسی لفظ میں دو معکوسی آوازیں پائی جاتی ہیں تو ان میں سے پہلے معکوسی آواز غیر معکوسی آواز سے بدل جاتی ہے۔ مثلاً ''معراج العاشقین'' میں ایک جگہ 'ٹھنڈ' کے بجائے 'تھنڈ' استعمال ہوا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں ہے 'ٹکڑا' بجائے 'تکڑا'، 'ٹاٹ' بجائے 'تاٹ' اور 'ٹوٹنا' بجائے 'توٹنا' استعمال ہوا ہے۔

(۹) مصوتوں کی طوالت وتخفیف بھی دکنی اردو کی ایک اہم صوتی خصوصیت ہے۔ بعض الفاظ میں مختصر مصوتوں کی جگہ طویل مصوتے اور طویل مصوتوں کی جگہ مختصر مصوتے پائے جاتے ہیں۔

(الف) طویل مصوتوں کی جگہ مخصر مصوتوں کا استعمال دیکھیے۔ مثلاً 'آدمی' کے بجائے 'اَدمی'، 'آسمان' کے

بجائے 'اَسمان'، 'بادل' کے بجائے 'بَدَ ل'، 'کاجل' کے بجائے 'کجل'، 'چاند' کے بجائے 'چند'، 'بھوک' کے بجائے 'بھُک' اور 'پھول' کے بجائے 'پھُل' وغیرہ۔

(ب) مختصر مصوتوں کی جگہ طویل مصوتوں کا استعمال دیکھیے۔ مثلاً 'جگہ' کے بجائے 'جاگہ'، 'ہنسی' کے بجائے 'ہانسی'، 'بجلی' کے بجائے 'بیجلی' اور 'پتلی' کے بجائے 'پوتلی' وغیرہ۔

(۱۰) دکنی اردو میں مصوتوں کو انفیانے کا رجحان بھی ایک غالب صوتی رجحان ہے۔ مثلاً 'ہوش' کے بجائے 'ہونس'، 'برسات' کے بجائے 'برسانت' اور 'مزہ' کے بجائے 'منزہ' وغیرہ۔

☆ دکنی اردو کی صرفی (کلموں کی شناخت اور ادل بدل) خصوصیات:-

وہ علوم وفنون جس سے کلموں کی شناخت اور ادل بدل معلوم ہوا سے علمِ صرفی کہتے ہیں۔

(۱) دکنی اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں مختلف زبانوں اور بولیوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اگر چہ عربی اور فارسی الفاظ کو دکنی اردو میں بنیادی اہمیت حاصل ہے لیکن سنسکرت کے 'تتسم' اور 'اردو تتسم' الفاظ بھی کم نہیں ہیں۔ موجودہ اردو کے مقابلے میں دکنی اردو میں سنسکرت الفاظ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس وقت دکنی اردو میں مذکر اور مونث دونوں کی جمع بنانے کے لیے مختلف طریقے بیک وقت استعمال کئے جارہے تھے۔

(۲) دکنی اردو میں الفاظ کی جمع بنانے کے مختلف قاعدے ملتے ہیں مثلاً:-

(الف) جو الفاظ مصمتوں (خاموش، حرفِ علت) پر ختم ہوتے ہیں ان کی جگہ بالعموم 'اں' کے اضافے سے جمع بنائی جاتی ہے جیسے 'بات' سے 'باتاں'، 'علم' سے 'علماں'، 'بلبل' سے 'بلبلاں' اور 'دشمن' سے 'دشمناں' وغیرہ۔ جمع بنانے کا یہ طریقہ ہند، فارسی اور عربی کے رائج ہے۔

(ب) جو الفاظ مصوتوں پر ختم ہوتے ہیں ان کی جمع 'ے' کی اضافت سے جمع بنائی جاتی ہے۔ مثلاً 'راجہ' سے 'راجے' ار 'دیدٗ' سے 'دیدے' وغیرہ۔

(ج) دکنی اردو میں 'اں' کے اضافت کے علاوہ 'وں' کی اضافت سے بھی جمع بنائی جاتی ہے۔ مثلاً 'پھول' سے 'پھولوں'، 'جگ' سے جگوں'، 'میخ' سے 'میخوں' اور 'پگ' سے 'پگوں' وغیرہ۔

(د) ان کے علاوہ دکنی اردو میں عربی طریقے سے جمع بنانے کا استعمال بھی مسلسل جاری رہتا ہے۔ مثلاً 'مخلوق' سے 'مخلوقات'، 'تعلق' سے 'تعلوقات'، 'قلب' سے 'قلوب'، 'شکل' سے 'اشکال' اور 'حکم' سے 'احکام' وغیرہ۔

(۳) شمالی ہند کی بولیوں کی اثر کی وجہ سے دکنی اردو میں 'ضمائر' کی کئی شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ دکنی ضمائر کی صورتیں درجِ ذیل ہیں۔

(الف) ضمیرِ شخصی:-

متکلم	واحد	جمع
فاعلی:	میں، ہوں	ہم، ہمن
مفعولی:	مج (مجھ) منج	ہمن، ہمنا
اضافی:	میرا، میری، مج کا	ہمارا
حاضر	**واحد**	**جمع**
فاعلی:	تو، توں، تیں	تم، تمیں
مفعولی:	تج، تجے	تمیں، تمن، تمنا
اضافی:	تیرا، تج کا، تج	تماری، تمن، تمنا
غایب	**واحد**	**جمع**
فاعلی:	ان، وو، او	وو، سے، او
مفعولی:	اس، ان، اُنے	انوں، انھوں، ان
اضافی:	اُنے، اُنن	اَنن، اَنے

(ب) احترامی ضمیروں میں 'آپ' اور 'اپنا' کے علاوہ 'اپ'، 'اپسا'، 'اپی'، 'اپن'، 'اپناں' اور 'اپنیاں' وغیرہ خاص طور پر ملتے ہیں۔

(۴) دکنی اردو میں مصدر بالعموم فعلی مادّے میں 'نا' کے اضافے سے تشکیل دیا جاتا ہے۔ مثلاً 'آنا'، 'جانا'، 'کرنا' اور 'چلنا' وغیرہ۔ لیکن بعض دکنی مصدر فعلی مادّے میں محض 'ن' کے اضافے سے تشکیل دے جاتے ہیں۔ دکنی اردو میں یہ برج

بھاشا کے اثر کا نتیجہ ہے۔ مثلاً 'نین' کے بجائے 'نینن'، 'ڈنڈ' کے بجائے 'ڈنڈن'، 'چلنا' کے بجائے 'چلن'، 'دیکھنا' کے بجائے 'دیکھن' وغیرہ۔

☆ دیکھن مے کے جب آئی (از من لگن)

☆ چلن میں ڈگمگے چھن چھن (از محمد قلی قطب شاہ)

(۵) دکنی اردو میں ماضیِ مطلق بناتے وقت فعلی مادوں (جو مصمتوں پر ختم ہوتے ہیں) میں 'یا' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً 'چلا' کے بجائے 'چلیا'، 'دیکھا' کے بجائے 'دیکھیا'، 'سنا' کے بجائے 'سنیا' اور 'بولا' کے بجائے 'بولیا' وغیرہ۔

☆ دل تن کے ملک کی باداہی کرنے لگیا (از سب رس)

☆ میں بول اٹھیا رحم رحمان (از من لگن)

☆ کہیا ترے لب کیا ہیں؟ کہی آبِ حیات (از محمد قلی قطب شاہ)

(٦) دکنی اردو میں زمانۂ مستقبل کے صیغے 'گا'، 'گی'، اور 'گے' کے علاوہ 'سی'، 'سے'، 'سوں' اور 'سیں' بھی ترتیب دیے جاتے ہیں مثلاً:-

☆ اس کتاب کوں سیسے پرتے ہلاسی نا (از سب رس)

☆ شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جاسی (از محمد قلی قطب شاہ)

☆ نا آسے کسے یا دوشمن کا نام (از ارشاد نامہ)

☆ ہرگز نہ جاسوں تیرے کہے منے (از قطب مشتری)

بقول پروفیسر مسعود حسین خاں اس 'س' کا تعلق سنسکرت کے مستقبل کے صیغے سے ہے۔

(۷) دکنی اردو میں ایسے بہت سے 'افعال مفرد' استعمال ہوئے ہیں جن کے بدلے میں جدید اردو میں مرکب شکلیں رائج ہوگئی ہیں۔ مثلاً 'اندیشہ کرنا' کے بجائے 'اندیشنا'، 'خرچ کرنا' کے بجائے 'خرچنا'، 'پورا کرنا' کے بجائے 'پورنا'، 'راج کرنا' کے بجائے 'راجنا'، 'سیوا کرنا' کے بجائے 'سیونا'، 'تاج پہننا' کے بجائے 'تاجنا'، 'گم ہونا' کے بجائے 'گمنا' اور 'درشن کرنا' کے بجائے 'درشنا' وغیرہ۔

(۸)　دکنی اردو میں 'چ' تاکیدی کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ یہ 'چ' تاکیدی کا استعمال اسم، فعل اور حرف تینوں کے ساتھ ملتا ہے۔ 'چ' کے استعمال سے زبان میں 'ہی' کے معنی پیدا کیے جاتے ہیں مثلاً:-

☆　'سب اپیچ کرنا'۔ مطلب سب آپ ہی کرنا (از سب رس)

☆　'اسی کیچ گھر کا ہوں میں سرفراز' مطلب اسی کے ہی گھر کا ہوں میں سرفراز (از ہاشمی)

☆　'یک تونچ دو عالم میں مجھے کافی ہے' مطلب یک توں ہی دو عالم میں مجھے کافی ہے۔ (از نصرتی)

'چ' تاکیدی کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ مراٹھی سے مستعار ہے۔ چنانچہ پروفیسر عبدالستان دلوی اپنی کتاب 'دکنی اردو پر مراٹھی کا اثر' مشمولہ دکنی اردو، مرتبہ عبدالستار دلوی بہ حوالہ سابق صفحہ ۴۳۹ پر لکھتے ہیں کہ:-

''چ تاکیدی مراٹھی سے مخصوص ہے جو دکنی میں بھی درآئی ہے اور اس طرح درآئی ہے کہ اس کا جزو ہو کر رہ گئی ہے۔ آج بھی بول چال کی زبان میں 'چ' تاکیدی ۔۔۔۔ مستعمل ہے۔''

پروفیسر مسعود حسین خاں 'چ' تاکیدی کو ایک لحاظ سے 'دکنی مخطوطات کی کلید' سمجھتے ہیں۔ لیکن انھوں نے اس کے مراٹھی سے مستعار ہونے کے سلسلے میں شبہہ کا اظہار کیا ہے۔ ان کے اس شبہہ کی توثیق 'کتب شنک' سے ہوتی ہے جس میں 'چ' تاکیدی کا استعمال ملتا ہے۔

(۹)　دکنی اردو کا ایک اور کلیدی لفظ 'نکو' ہے جس کے معنی 'نہیں' کے ہیں۔ یہ بھی مراٹھی سے مستعار ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر مسعود حسین خاں اپنی کتاب 'اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کا مسلہ' بہ حوالہ سابق صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ:-

''نکو یقیناً مرہٹی کی دین ہے اور اس کا استعمال تا حال شمال کی کسی بولی میں نہیں پایا گیا ہے۔''

(۱۰)　دکنی اردو میں حرفِ عطف 'اور' کے ساتھ ساتھ 'ہور' کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے۔ 'ہور' پنجابی زبان کا لفظ ہے اور آج بھی مستعمل ہے۔ دکنی اردو سے کی کچھ کتابوں سے چند مثالیں پیش ہیں۔

☆　ہر ایک تن کوں پانچ دروازے ہیں ہور پانچ دربان ہیں۔ (از معراج العاشقین)

☆　لوگاں لوگاں کے مال پر ہور جیو پر کھڑے ہیں۔ (از سب رس)

☆　فرق ہے اول ہور آخر میں۔ (از قطب مشتری)

(۱۱)   دکنی اردو میں سیں، سوں، تے، اتھے، ستی، سیتی، کدھیں، اجھوں، اجنوں، کد، جگ، منے، منیں اور تلیں وغیرہ جیسے حروف کا استعمال اکثر و بیشتر ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

(۱۲)   دکنی اردو میں 'فعل مستقبل' کی ایک صورت یہ ہے کہ 'ا'، 'و' اور 'ی' پر ختم ہونے والی فعلی مادّوں کے بعد 'وے' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً 'ہوگا' کے بجائے 'ہووے گا'، 'پیے گا' کے بجائے 'پیوے گا'، 'جیے گا' کے بجائے 'جیوے گا' وغیرہ۔

☆ 'طبیب فرمائے تیوں پرہیز کرے تو اُتنے بھی طبیب ہووے گا۔' (از معراج العاشقین)

☆ 'جلکوئی یو تازہ آبِ حیات پیوے گا، دوسرا خضر ہووے گا، اس جگ میں سدا جیوے گا۔' (از سب رس)

☆   **دکنی اردو کی نحوی (کلمات کو جوڑنا، توڑنا اور باہمی تعلق معلوم) خصوصیات:۔**

وہ علم جس سے کلمات کو جوڑنا، توڑنا اور ان کا باہمی تعلق معلوم ہو اسے 'نحو' کہتے ہیں۔ بقول پروفیسر مسعود حسن خاں 'دکنی اردو' کی 'نحو' کی پہچان یہ ہے کہ جدید اردو کے برعکس اس میں 'فعل' فاعل کی تجنیس کے تابع رہتا ہے۔ جبکہ جدید اردو میں فاعلی 'نے' کے تداخل سے یہ مفعول کے تابع ہو جاتا ہے۔ دکنی اردو میں اگر 'فاعل' مذکر ہے تو 'فعل' بھی مذکر ہوگا اور اگر 'فاعل' مونث ہے تو 'فعل' بھی مونث ہوگا۔ اسی طرح اگر 'فاعل' واحد ہے تو 'فعل' بھی واحد ہوگا اور اگر 'فاعل' جمع ہے تو 'فعل' بھی جمع ہوگا۔ لیکن جدید اردو میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں 'فعل' مفعول کے تابع ہوتا ہے۔ درجِ ذیل کے مثالوں سے جہاں دکنی اردو اور جدید اردو کا فرق واضح کرنے کی گئی ہے۔

(الف) دکنی اردو (فعل، فاعل کے تابع)	**(ب) جدید اردو (فعل، مفعول کے تابع)**
فاعل مذکر = فعل مذکر۔ لڑکا روٹی کھایا/ لڑکا روٹیاں کھایا۔	**مفعول مونث = فعل مونث۔** لڑکے نے روٹی کھائی/ لڑکوں نے روٹی کھائی/ لڑکے نے روٹیاں کھائیں/ لڑکوں نے روٹیاں کھائیں۔

فاعل مونث=فعل مونث۔ لڑکی آم کھائی/لڑکی آماں کھائی۔	**مفعول مذکر=فعل مذکر**۔لڑکی نے آم کھایا/لڑکیوں نے آم کھایا/لڑکی نے دو آم کھائے/لڑکیوں نے دو آم کھائے۔
فاعل واحد=فعل واحد۔ لڑکا روٹی کھایا/لڑکا روٹیاں کھایا/لڑکی آم کھائی/لڑکی آماں کھائی۔	**مفعول واحد=فعل واحد**۔لڑکے نے روٹی کھائی/لڑکی نے روٹی کھائی/لڑکے نے آم کھایا/لڑکی نے آم کھایا۔
فاعل جمع=فعل جمع۔ لڑکے روٹی کھائے/لڑکے روٹیاں کھائے/لڑکیاں آم کھائے یا کھائیں/لڑکیاں آم کھائے یا کھائیں۔	**مفعول جمع=فعل جمع**۔لڑکے نے روٹیاں کھائیں/لڑکی نے روٹیاں کھائیں/لڑکے نے دو آم کھائے/لڑکی نے دو آم کھائے۔

دکنی اردو اور جدید اردو کے درمیان یہ نحوی اختلاف صرف زمانۂ ماضیِ مطلق میں دیکھنے کو ملتا ہے ورنہ زمانۂ حال اور زمانۂ مستقبل میں دونوں کی نحوی ساختوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ان زمانوں میں دونوں میں 'فعل' فاعل کے تابع ہوتا ہے۔

دکنی اردو کی دوسری بڑی نحوی خصوصیت پروفیسر مسعود حسن خاں نے 'محمد قلی قطب شاہ' چند مثالوں کے ساتھ بحوالہ سابق صفحہ ۶۹ میں یہ بتائی ہے کہ:-

> ''اگر اسمِ جمع مونث ہے تو اس کا اثر جملے کی ساخت پر دور تک پڑتا ہے۔یعنی صفات، افعال، امدادی افعال اور حروف تک مونث کی جمع کی علامت اختیار کر لیتے ہیں۔''

اس ضمن میں انھوں نے 'محمد قلی قطب شاہ' سے جو مثالیں پیش کیں ہیں وہ درجِ ذیل ہیں۔

☆ کالیاں گوریاں سکیاں کو جگ میں جو تھیاں سو بسریا۔

☆ ازل سے عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن۔

☆ محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں۔

☆ تم ہمن میں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب۔

غرض کہ دکنی اردو کی لسانی خصوصیات پر جب ہم غور وفکر کرتے ہوئے اس کا لسانی تجزیہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دکنی اردو میں مختلف زبانوں کے الفاظ کی ایک کھچڑی سی پکتی دکھائی دیتی ہے۔ مزیدار بات تو یہ ہے کہ زبانوں کی یہ کھچڑی مقامی زبانوں کے علاوہ کھڑی بولی، برج بھاشا، اودھی، سرائیکی، پنجابی، راجستھانی، سنسکرت اور گجری وغیرہ کے میل سے بن رہی ہے جس میں عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ ایک حلاوت، میٹھاس، شیرینی، لذّت، ذائقہ، راحت اور آرام پیدا کر کے ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کر رہی ہے۔ چونکہ اس وقت قواعد تیار نہیں ہوا تھا اس لئے مختلف زبانوں کے الفاظ استعمال کئے جا رہے تھے۔ اس زمانے میں تلفظ کا کوئی معیار نہیں طے کیا گیا تھا اس لئے ایک ہی لفظ کہیں متحرک ہے تو کہیں ساکن استعمال کیا جا رہا تھا۔ املا کا بھی کوئی معیار مقدر نہیں تھا اس لئے الفاظ اپنی دونوں شکلوں میں استعمال ہوتے نظر آتے ہیں۔ جیسے وضا اور وضع، نفا اور نفع، زمیرا اور ضمیر، خطرا اور خطرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے اردو نے اپنی تعمیر وتشکیل کے دور میں برّعظیم کی ہر زبان کے الفاظ، اس کے اثرات اور اصولوں کو اپنے دامن میں سمیٹا ہے اور اسی لئے اردو زبان ہر دلعزیز زبان بن گئی ہے۔

ڈاکٹر سورج دیو سنگھ

صدر، شعبہ اردو، مگدھ مہیلا کالج

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

کتابیات:-

(۱) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اردو زبان ولسانیات، ۲۰۰۶ء، رام پور رضا لائبریری، اتر پردیش۔

(۲) ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، اردو کی لسانی تشکیل، ۲۰۰۰ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۳) ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی، ہند آریائی اور ہندی، ۱۹۸۳ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۴) ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اردو زبان اور ادب، ۱۹۸۳ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۵) ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کا مسئلہ،

(۶) ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، ۲۰۰۳ء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

(۷) ڈاکٹر حمیرا جلیلی، قطب مشتری از اسد اللہ وجہی، ۲۰۰۰ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۸) اردو ساخت کی بنیادی عناصر از پروفیسر نصیر احمد خاں

(۹) ڈاکٹر گیان چند، لسانی مطالعے، ۱۹۹۱ء، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۱۰) ڈاکٹر گیان چند جین، ایک باشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، ۲۰۰۵ء، ایجوکیشنل پبلسنگ ہاؤس، نئی دہلی۔